تحریک پاکستان کے فکری مراحل
اور نوجوانوں کا قلمی جہاد
(1937ء - 1940ء)

سرفراز حسین مرزا

حصول پاکستان کے لئے جنوبی ایشیا کے نوجوان طبقے کی فکری جدوجہد کا آغاز 1937ء میں ہوا جب ہندو، انگریز حکمرانوں کے ساتھ ساز باز کر تے ہوئے مسلمانوں اور دو قومی نظریہ کے خلاف گمراہ کن افکار پھیلانے میں مصروف تھے ۔ 1935ء کے ایکٹ کے تحت 1937 ء میں منعقد ہونے والے عام انتخابات کے نتیجے میں انڈین نیشنل کانگرس کی اکثریتی صوبوں میں قائم شدہ نمائندہ حکومتیں مسلمانوں پر مظالم ڈھاتے ہوئے ان کے تشخص کو مٹانے کی کوشش میں برسر پیکار تھیں- یہ دور مسلمانوں کے لئے بڑا صبر آزما اور پُر آشوب تھا- قائداعظم محمد علی جناح کی عظیم اور بے لوث قیادت میں آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانوں کے تشخص کی بحالی کے لئے آئینی جدوجہد کا آغاز کر چکی تھی جس میں بعد ازاں، عام مسلمان طلبا نے بھی بتدریج حصہ لیا- اسی دوز میں مسلمان نوجوانوں کے ایک طبقہ نے جو چوھدری رحمت علی کی "پاکستان نیشنل موومنٹ" سے متاثر ہو چکا تھا، 1937ء کے اوائل میں ایک "قلمی تحریک" کا آغاز کرنے کی ضرورت محسوس کی جو مسلمانوں کے موقف کی بڑی سلیس اور سادہ زبان میں وضاحت کرتے ہوئےمخالفین کےگمراہ کن پراپیگنڈہ کا جواب دے سکے-ان مسلمان نوجوانوں نے چوھدری رحمت علی کی تحریک کو آگے بڑھانے کے لئے اپنے طور پر ایک " قلمی تحریک" کا آغاز کیا اور "عالمگیر ایسوسی ایشن[1] "، جسنے بعد میں "مجلس کبیر پاکستان" کا نام دیا گیا، کی بنیاد فروری 1937ء میں لا ھور کی تاریخی بادشاھی مسجد میں رکھی- مجلس پاکستان کے بانیوں میں لاھور کے چار سرکردہ جوشیلے "قلمی مجاہدین" مرزا عبداللہ انور بیگ (اب وکیل، لاھور ہائی کورٹ)، خورشید

عالم (جہاں گرد، اب مینجنگ ڈائریکٹر، ماہنامہ حکایت، لاہور)، صاحبزادہ عبدالعلیم (وکیل) اور جناب سرور ہاشمی (مظفرگڑھ) کے نام قابل ذکر ہیں۔ اسی اجتماع میں مجلس کا لائحہء عمل متعین کرتے ہوئے یہ طے پایا کہ:

> مجلس، ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے استقلال پر مبنی ایک آزاد اسلامی ریاست کے قیام کے لئے ممکنہ حد تک کام کرے گی- مختلف ذرائع سے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے گا کہ ان کے لئے علیحدہ ریاست کا قیام کیوں ضروری ہے- مسلمان، ہندوستان کی دوسری اقوام بالخصوص ہندوؤں سے کس لحاظ سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے علیحدہ مملکت اسلامیہ کا وجود کیوں اور کس حد تک ضروری ہے[2]-

مجلس کے منشور کے حوالے سے صدر مجلس، مرزا عبداللہ انور بیگ نے لاہور کے انگریزی روزنامہ **دی سول اینڈ ملٹری گزٹ** کے کالم نگار کے ساتھ گفتگو کے دوران ایک بیان میں کہا:

> مجلس کے قیام کا اولین مقصد ہندوستان کے شمال مشرق اور شمال مغرب میں موجود صوبہ جات پر مشتمل ایک آزاد اسلامی ریاست کے قیام کے لئے جدوجہد کرنا تھا جو کہ مشرقی اور شمال مغربی (صوبہ جات) کے لوگوں کے گروہی مفاد کی بنیاد پر ہندوستان کی سیاسی صورت حال کا بہترین اور معقول حل تھا[3]-

اگر "مجلس کبیر پاکستان" کے قیام کے پس منظر کا مطالعہ کیا جائے تو دو کھلی حقیقتیں واضح طور پر ابھرتی دکھائی دیتی ہیں- ایک یہ کہ مفکر پاکستان، حضرت علامہ محمد اقبال کے افکار اور خاص کر لفظ "پاکستان" کے خالق چوھدری رحمت علی کی فکر ی کاوشوں اور ان کی"پاکستان وطن تحریک" نے مسلم نوخیز ذہنوں میں ایک ھمہ گیر فکر کی لہر دوڑا دی- جس کا لٹریچر وقتاً فوقتاً ہندوستان کے مسلم نوجوانوں تک پہنچتا رہتا تھا، دوسری حقیقت یہ کہ مسلمانوں کے سماجی، سیاسی اور معاشی پس منظر کے نقوش مٹانے کی شعوری کوشش میں فکری گمراہی پھیلائی جارہی تھی- اس پس منظر کے تحت مسلمان نوجوانوں کو ایک ایسا فکری حلقہ قائم کرنے کی فکر ہوئی، جس کے پلیٹ فارم سے وہ اپنے مضامین و مقالات کی وساطت سے، مسلمان مخالف پراپیگنڈہ کا جواب دے سکتے تھے اور دو قومی نظریہ کی حفاظت کرتے ہوئے

ایک علیحدہ مملکت کے حصول کے لئے زمین ہموار کرسکتے تھے-

مجلس کی "قلمی تحریک" کی شروعات، عالمگیر ایسوسی ایشن کے تحت مرزا عبداللہ انور بیگ کے تحریر کردہ انگریزی پمفلٹ *The Passing Caravan* سے ہوئی- یہ پمفلٹ 15 جون 1937ء کو شائع ہوا، جس میں مسلمانان ہند کی عمومی حالت اور مسائل کے علاوہ انسانی ارتقاً و معاشرت، معاشی حالات، تاریخی پس منظر، دین، قرآن کی روح، عربی رسم الخط، علماء اور مکاتب، نوجوان طبقہ اور مسلمانوں کی زبوں حالی جیسے نکات پر بحث کی گئی- "قلمی تحریک " کے سلسلے میں نوجوانوں کی اس پہلی کوشش کو بہت سراہا گیا- جس سے اراکین مجلس کی بہت حوصلہ افزائی ہوئ اور انہوں نے اسی سلسلے کی دوسری کڑی بعنوان *Since Our Fall* کے نام سے شائع کی- اس تصنیف میں مسلمانان ہند کی عظمت رفتہ سے عہد زوال تک کی مفصل سرگزشت کو زیر بحث لایا گیا- اس علمی کاوش کی بھی قابل قدر حد تک پذیرائی ہوئی- **بمبئی کرانیکل** (بمبئی) کے ایڈیٹر سید عبد اللہ بریلوی نے اس تصنیف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: " یہ کتاب مسٹر جناح کی سیاسیات کی بہترین ترجمان ہے"-

اس کتاب میں مسلمانان پاک و ہند کے سیاسی مؤقف کی وضاحت اس لطیف پیرائے میں کی گئی کہ جس سے مسلمانان ہند خصوصاً نوجوان طبقہ بہت متأثر ہوا- یہ قلمی جہاد صحیح معنوں میں وہ بنیادی کام تھا جو " مجلس کبیر پاکستان" کی طرف سے بعد ازاں مختلف ادوار اور مراحل میں، اخبارات و جرائد میں چھپنے والے سلسلہء مضامین کا پیش خیمہ ثابت ہوا- "مجلس" کی طرف سے متذکرہ پمفلٹ اور کتاب کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد، مجلس کے منشور کی روشنی میں مقالات کا ایک سلسلہ چل نکلا اور بعد میں وقفوں وقفوں سے "پاکستان" کے عنوان سے پُر مغز اور مدلّل مضامین اخبارات میں شائع ہونے لگے جس کا مقصد مسلم عوام کی توجہ اس طرف مبذول کرانا تھا کہ برصغیر کی مسلم قوم کے لئے علیحدہ وطن کی کیا افادیت ہے[4]- ان مضامین کا اصل موضوع مسلمانوں کا من حیث القوم مذہبی تشخص، جداگانہ حیثیت اور تہذیب و تمدن

ہوا کرتی تھی- اس سلسلے کا اولین مضمون " پاکستان" کے عنوان سے مورخہ 13 جون، 1938 ء کو مسلم لیگ کے ترجمان روزنامہ **احسان**، لاہور میں خورشید عالم نے "جہاں گرد" کے قلمی نام سے شائع کیا[5]-

ملکی سطح پر غالبا یہ پہلا پُرمغز اور مدلّل اخباری مضمون تھا جو تحریک قیام پاکستان کے حق میں لکھا گیا تھا- اس سے قبل، اس لحاظ سے شائد ہی کوئی واضح تحریر سامنے آئی ہو، جس میں واشگاف الفاظ میں پاکستان کا لفظ استعمال کیا گیا ہو یا اس کی افادیت پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہو-اس مقالہ میں مسلم لیگ اور ہندو کانگرس کی سیاسی چپقلشوں کا ذکر کرتے ہوئے خورشید عالم نے لکھا: " کانگرس اور مسلم لیگ کی موجودہ کشمکش کبھی خاطر خواہ نتیجہ پیدا نہیں کرسکتی کیوں کہ جن ذہنوں کو ایک سٹیج پر لایا جا رہا ہے وہ آگ اور پانی کی طرح ہیں - وہ نہ تو اکٹھی ہو سکتی ہیں اور نہ اب ان میں کوئی تبدیلی پیدا ہو رہی ہے[6]-

ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کی جداگانہ حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے خورشید عالم نے لکھا:

> گو ہندو اور مسلم کو ایک ہی ملک میں رہتے صدیاں گزر گئی ہیں اور دونوں نے ایک دوسرے کی تہذیب سے اچھے اور برے اثرات حاصل کئے ہیں ، لیکن یہ ایک ناقابل فہم بات ہے کہ اس اختلاط کے باوجود، دونوں قومیں ایک دوسرے سے بنیادی طور پر مختلف اور جدا ہیں - دونوں کے مذہبی، سیاسی اور مجلسی نظریات یہاں تک جداگانہ ہیں کہ یہ باور نہیں ہوسکتا کہ یہ صدیوں سے همسایہ کی حیثیت سے رہتے چلے آئے ہیں- سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان کی شکل اور لباس تک علیحدہ ہے- اس حقیقت کبریٰ کے پیش نظر کہ ان مخالف عناصر کا ایک مرکز پر آنا محال نظر آتا ہے یہی طریق کار باقی رہ جاتا ہے کہ ہندوستان کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا جائے تاکہ دونوں قومیں علیحدہ علیحدہ رہ کر اپنی بہتری کے لئے کوشاں ہوسکیں - یہ دو حصے ہندوستان اور پاکستان کہلائیں - آخر الذکر مشتمل ہوگا پنجاب، کشمیر، سرحد، سندھ اور بلوچستان وغیرہ صوبہ جات پر اور باقی حصہ ملک ہندوستان کہلائے گا- پاکستان ایک علیحدہ قومیت کا داعی ہو گا اور ہندوستان علیحدہ[7]-

اسی مضمون میں خورشید عالم نے مسلمان قوم کو مخاطب کرتے ہوئے مزید

لکھا:

> وفاق ہند کے سیاہ بادل ہمارے سروں پر منڈلارہے ہیں اور ان کے گوشہ گوشہ سے بجلیاں ہمارے خرمن کو تاک رہی ہیں - اب وقت ہے کہ مسلمان اپنے حالات کا جائزہ لیں اور قطعی فیصلہ کر لیں کہ اس ملک میں ان کی کیا حیثیت ہو گی- کیا وہ اس ملک میں اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھ کر اپنی تہذیب و ثقافت کا تحفظ اور اپنی روایات کے زیر اثر ترقی کرنا چاہتے ہیں یا اچھوتوں کی طرح عضومعطل بن کر انسانیت کے جسم پر ناسور بننا چاہتے ہیں- اگر ان کے ذہن بالکل ماؤف اور قرآن کی تعلیم سے کورے نہیں ہوگئے، تو وہ یقیناً پہلی راہ کو منتخب کریں گے- اس صورت میں ان کے لئے یہی چارہ کار ہے کہ وہ پاکستان کی علیحدگی کے لئے کوشش کریں اور اپنی قومی انا کے تحفظ و اظہار کے لئے جولانگاہ تیار کریں[8]-

جب مضامین کا سلسلہ چل نکلا تو "مجلس" نے ضرورت محسوس کی کہ ان مضامین کی تائید میں بھی مضامین شائع کئے جائیں - چونکہ "مجلس" کے اراکین کی تعداد محدود تھی اس لئے یہ ذمہ داری بھی انہوں نے اپنے ہی سر لی کہ تائیدی مضامین، مختلف ناموں کے ساتھ لکھیں تاکہ عام تأثر یہ قائم ہو کہ تحریک میں چند گنے چنے لوگ ہی نہیں بلکہ حامیان تحریک کی ایک کثیر تعداد پاکستان کے حق میں سوچتی اور لکھتی ہے- لھذا 13 جون کے مضمون "پاکستان" کی حمایت میں خورشید عالم نے خود ھی ایک تائیدی مضمون "ایک پاکستانی کے قلم سے" کے قلمی نام سے لکھا اور اس کی مزید حمایت کے لئے انہوں نے ھی دوسرا تائیدی مضمون "دوسرے پاکستانی کے قلم سے" کے قلمی نام سے شائع کیا- یہ مضامین بھی روزنامہ **احسان** میں یکے بعد دیگرے شائع ہوئے[9]-

ان مضامین نے عوامی حلقوں پر خاطر خواہ اثر ڈالا- بعض اہل بصیرت سرکردہ رہنماؤں نے ذہنی تحفظات کے ساتھ اس طرف رجوع کرتے ہوئے "مجلس" کی "قلمی تحریک" سے رغبت کا اظہار کرنا شروع کیا - چنانچہ راجہ حسن اختر نے خورشید عالم سے حضرت علامہ اقبال کے تاریخی خطبہ الہ آباد 1930ء کا ترجمہ کرنے کی خواہش ظاہرکی[10]- خورشید عالم، جن کی تحریر میں ابھی اتنی

پختگی پیدا نہ ہوئی تھی کہ وہ علامہ اقبال کے ایسے مدلّل اور ہر لحاظ سے پرمغز خطبہ کا من و عن ترجمہ کرسکتے ، لیکن انہوں نے یہ ضرور کیا کہ خطبہ کے سبھی اہم حصے بڑے لطیف پیرائےمیں اردو میں ڈھالے جو ترجمہ کی صورت میں روزنامہ **احسان** میں شائع ہوئے۔ بعد میں یہ ترجمہ مضمون کی شکل میں روزنامہ **انقلاب** لاہور میں شائع ہوا [11]- گویامجلس کی طرف سے یہ چوتھا مضمون تھا جس کے ذریعہ عام مسلمانوں تک علامہ کا نقطہء نظر پہنچا۔ اسی طرح خورشید عالم نے "جہانگرد" ہی کے قلمی نام سے ترکی کی معروف صحافی، خالدہ ادیب خانم، جو چوھدری رحمت علی کی تحریک سے متاثر تھیں، کی کتاب *Inside India* کے ایک باب بعنوان "پاکستان نیشنل مومنٹ" کا اردو ترجمہ روزنامہ **احسان** میں شائع کرایا۔ اس باب کا ترجمہ بھی سب سے پہلے مجلس ھی کی وساطت سے شائع ہواتھا- قبل ازیں ہندوستان کے مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد چوھدری رحمت علی کی تحریک سے آشنا تھی لیکن اس ترجمہ کی بدولت چوھدری رحمت علی کی تحریک کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی اور پاکستان کے مقاصد کا مفہوم،آسان اور سہل انداز میں عام لوگوں تک پہنچا- "مجلس" کی طرف سے شائع ہونے والے ان پانچ مضامین نے عوامی حلقوں پر خاطر خواہ اثر کیا اور رفتہ رفتہ ملک کے دوسرے اخبارات میں بھی اس موضوع پر لوگوں نے اظہار خیال کرنا شروع کر دیا- ایک ہی مضمون ایک کے بعد دوسرے اخبارمیں شائع ہوتا جس سے بعض اوقات یہ غلط فہمی پیدا ہوجاتی کہ اخبارات ایک دوسرے سے نقل کرتے ھیں - یہ مضامین روزنامہ **شہباز** اور **ایسٹرن ٹائمز** (لاھور) کے علاوہ **ویکلی سٹار** اور **وائس آف اسلام** (کلکتہ)، **بمبئی کرانیکل** (بمبئی) اور سندھی زبان کے ایک روزنامہ **الوحید** (کراچی) میں بھی شائع ہونے لگے- اسی طرح "مجلس کبیر پاکستان" جو مقامی سطح سے ابھر کر صوبائی سطح پر پھیل چکی تھی، اب ملکی سطح پر بھی متعارف ہونے لگی- یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ھے کہ "مجلس" کی طرف سے چھپنے والے مضامین مختلف صورتوں میں شائع ہوتے تھے- ان مقالات کے ایک زمرے میں وہ مضامین آتے تھے جن کا احاطہ صرف سیاسی ہوتاتھا ، یعنی جو کسی سیاسی

بیان یا واقعہ سے متاثر ہوکر لکھے جاتے تھے- دوسرے زمرے میں وہ مضامین آتے تھے جو صرف "پاکستان" کے عنوان کے تحت چھپتے تھے - تیسری قسم کے مضامین تنقیدی مضامین کہلاتے تھے- کچھ مضامین میں انتہائی ذمہ دارانہ طریق اور نہایت شائستگی سے بعض رہنماؤں بالخصوص ہندو لیڈروں کے رویہ پر تنقید کی جاتی تھی-

اسی اثناء میں "مجلس کبیر پاکستان" مسلم لیگ کے رہنماؤں اور دیگر مسلمان اکابرین کی رہنمائی سے فیض یاب ہونے لگی- اراکین مجلس کو علامہ اقبال کی خصوصی شفقت حاصل ہوئی- یہی وجہ ہے کہ 1937ء کے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ کے لئے علامہ اقبال نے پنجاب سے نمائندگی کرنے والے جن چار نوجوانوں کو منتخب کیا تھا ان میں حمید نظامی، سید امجد حسین اور سید عنایت علی شاہ کے علاوہ "مجلس کبیر پاکستان" کے جنرل سیکرٹری، احمد بشیر تھے- اس طرح مجلس کے کسی مندوب نے پہلی بار مسلم لیگ کے کسی اجلاس میں نامزد ممبر کی حیثیت سے شرکت کی تھی[12]-

ستمبر 1938ء میں مجلس کے پراپیگنڈہ سیکرٹری نے اپنے ایک بیان میں "مجلس" کی رفتار عمل پر روشنی ڈالتے ہوئے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے وہاں مجالس پاکستان قائم کریں- انہوں نے نوجوانوں سے کہا:

> اپنے آبائی وطن کی حرمت کے لئےمیدان عمل میں آئیں- نوجوان طبقہ کا فولادی ہاتھ اپنےوطن عزیز کو اغیار کی تاراخت اور دستبرد سے بچا سکتاہے- زمانہ ماضی میں انہی کا خون ملک و ملت کے قصر کی تعمیر کے لئے چونا اور گارا بنا اور آج بھی اس کی بنیادیں تعمیر ہوں گی تو ان ہی کے خون سے ہوں گی اور انہیں کا خون اس قصر رفیع کو استحکام اور دوام بخشے گا[13]-

اپیل میں قابل اور ذہین افراد کو دعوت فکر دیتے ہوئے کہا گیا:

> کوشش کی جارہی ہے کہ تحریک پاکستان کے مختلف پہلوؤں کو عملی طور پر زیر بحث لایا جائے- ہم اپنی بساط کے مطابق ان گوشوں کے بے نقاب کرنے میں مصروف ہیں - لیکن زیادہ قابل اور بہتر دماغوں سے ہماری خواہش اور استدعا ہے کہ وہ علمی تحقیق کا رخ اس اہم ترین مسئلہ کی طرف پھیریں - یقیناً وہ اپنے دماغی قوی کے لیے وسیع علمی جولانگاہ پائیں گے اور ان کے تحقیقاتی مقالات

تحریک کی کامیابی کے لیے متعدد زینوں کا کام دیں گے[14]۔

مذکورہ اپیل میں کھلے لفظوں میں تحریک پاکستان کو ایک فرقہ وارانہ تحریک ثابت کرنے والوں کے جواب میں کہا گیا:

ہم یہاں اعلان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ "پاکستان وطن تحریک" ہرگز فرقہ وارانہ نہیں اور اکثر اصحاب محض عدم واقفیت کی بنا پر اسے ایسا سمجھ رہے ہیں ۔ یہ اسی حد تک فرقہ وارانہ ہے کہ اس کی صدا علامہ اقبال نے بلند کی جن کی دور بین اور رمز آشنا نگاہ عالم انسانیت کے دکھوں کا مداوا تلاش کرنے میں مصروف رہی اور جس نے یقیناً جمعیت آدم کے لئے ایک سرمدی پیغام دیا- اس کے بعد اس تجویز کا عملی ترجمہ پیش کرنے کا سہرا چوہدری رحمت علی کے سر پر ہے جو اس وقت اپنی تعلیمی مصروفیات کے باعث انگلینڈ میں مقیم ہیں - ایسی وسیع النظر اور فراخ دل شخصیتوں کی اس تحریک سے محض وابستگی ہی اسے غیر جانبدارانہ باور کرانے کے لئے کافی ہے- اس کی حیثیت ہندوستان کی کانگرس کی سی ہے اور یہاں ہم کانگرس کا بدنام ترین لفظ اس کے صحیح ترین معنوں میں استعمال کر رہے ہیں - ہم پاکستان کے مشترکہ سٹیج سے جملہ پاکستانیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، سکھ ہوں یا عیسائی، وہ اپنے وطن کے ناموس کی خاطر اور پاکستانی قومیت کی عزت اور سربلندی کی خاطر سر بکف ہوں - ان کا وطن انگریزی استعماریت اور ہندوستانی ہوس ملک گیری کے چنگل میں گرفتار ہے- وقت آگیا ہے کہ ہم حالات کا آخری دفعہ جائزہ لیں اور یہ فیصلہ کرلیں کہ ہمیں انگریز کا غلام اور ہندوستان کا حلقہ بگوش بن کر رہنا ہے یا ایک آزاد، پر غرور پاکستانی کی طرح- ہندوستان اگر ایک آبرو مندانہ پاکستانی قومیت کی پیدائش کا اعتراف کرنا چاہتا ہے تو جب تک ہمارے دم میں دم ہے، وہ اس قومیت کی موت بھی نہیں دیکھ سکے گا[15]۔

تحریک پاکستان کا "قلمی محاذ" اب خاصہ مقبول ہو چکا تھا اور اس کی مقبولیت میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب 1938ء کے وسط میں مجلس کے قلمکاروں نے اپنے ایک کھلے اجلاس میں ، "شمال مغربی اور شمال مشرقی ہند میں" ایک آزاد مسلم ریاست کے قیام سے متعلق قرار داد منظور کی- یہ اجلاس بیرون چوک لوہاری، سرکلر گارڈن کے نواح میں منعقد ہوا جس میں شمال مغربی ہند کے مسلم اکثریتی صوبہ جات کے وزرائے اعلیٰ بھی موجود تھے- اس

میں سردار اورنگ زیب اور سر غلام حسین ہدایت اللہ کے علاوہ ممتاز ارکان یونینسٹ پارٹی نے بھی شرکت کی- مسلم انڈیا کے مسلم اکثریت کے صوبوں میں مجوزہ آزاد مسلم ریاست کی یہ قرار داد مجلس کے بانی صدر، مرزا عبداللہ انور بیگ نے پیش کی، جس میں برطانوی پارلیمنٹ سے درخواست کی گئی کہ "ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے فیصلے کے لئے مسلمانان ہند اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں مسلمانوں کے اکثریتی صوبوں میں ایک آزاد اسلامی ریاست قائم کی جائے"- یہ قرار داد اتنی واضح اور موقع کی مناسبت سے اتنی برملا تھی کہ سبھی شرکاء اجلاس کی طرف سے اس تجویز کی حمایت کی گئی- "مجلس کبیر پاکستان" کا تحریک پاکستان سے جذباتی لگاؤ اور لفظ پاکستان سے والہانہ محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ 1938ء میں جب لاہور میں نواب افتخار حسین ممدوٹ کی رہائش گاہ ممدوٹ ولا میں مسلم لیگ کے ایک اجتماع عام میں یونینسٹ پارٹی کے صدر، سر سکندرحیات خان نے مجلس کی تجویز کے بر عکس لفظ پاکستان کو استعمال نہ کرنے کی تجویز پیش کی[16] تو صدر مجلس مرزا عبداللہ انور بیگ نے بھرے مجمع میں سر سکندر کی تقریر کے اس حصہ کو بر ملا چیلنج کیا اور پر زور الفاظ میں اس کی نفی کی- خورشید عالم نے صدر مجلس کے کہے ہوئے الفاظ کی تائید کرتے ہوئے سر سکندرکی اس تجویز کو سختی سے رد کر دیا-

چنانچہ یہ پہلا موقع تھا کہ "مجلس کبیر" کے کسی عہدیدار نے کھلے بندوں کسی قد آور شخصیت، جس کا صوبہ بھر میں طوطی بولتا تھا، کے خلاف تحریک پاکستان کے خلاف اظہار خیال کرنے پر اس طرح احتجاج کیا- اگلے سال 16 جنوری، 1939ء کو مجلس کا ایک نمائندہ اجلاس، ریاض منزل، بیڈن روڈ، لاہور، میں مرزا عبداللہ انور بیگ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حامیان تحریک پاکستان نے تحریک کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی- پراپیگنڈہ سیکرٹری، خورشید عالم نے مجلس کی سرگرمیوں سے اراکین کو مطلع کرتے ہوئے مجلس کی تاسیس کے لئے تحریک پیش کی- جس کے جواب مین شرکاء نے اپنےاپنے خیالات کا اظہار کیا اور نتیجتاً مجلس پاکستان کی تاسیس کی قرارداد

اکثریت سے منظور کی گئی- مجلس کی طرف سے اب باقاعدہ اخبارات میں پاکستان کے حق میں مضامین کا ایک سلسلہ شروع ہو چکا تھا- چنانچہ جواباً اس کا رد عمل ہونا بھی ایک فطری امر تھا- تحریک کے مخالف اخبارات و جرائد میں پاکستان کی مخالفت میں مضامین چھپنے لگے اور اس طرح ایک طویل "فکری جنگ" کا آغاز ہو گیا- روزنامہ ویربھارت، **ملاپ** اور **پرتاب** نے پاکستان مخالفت زہر اگلنے میں نمایاں کردار ادا کیا- پروفیسر گلشن رائے پاکستان کی مخالفت میں سب سے آگے تھے جس کا مظاہرہ انہوں نے **دی سول اینڈ ملٹری گزٹ** (لاہور) میں پاکستان کے قیام کے خلاف ایک مضمون شائع کرکے کیا-

مخالفانہ مضامین کے علاوہ ہندو زعماء مختلف جلسوں میں بھی تحریک قیام پاکستان کے خلاف بھر پور طریق سے حملہ آور ہوتے تھے- جیسے کہ 1939ء میں سبھاش چندر بوس نے ایک اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے الگ فیڈریشن کے قیام کی تجویز پر کڑی نکتہ چینی کی، جس کا جواب خورشید عالم نے **دی سول اینڈ ملٹری گزٹ** میں شائع کیا- اسی طرح مجلس کے دوسرےکارکنوں نے بھی تحریک کی مخالفت میں چھپنے والے سوالوں کے جوابات، تحریک سے اصولی طور پر متفق جرائد و اخبارات میں لکھے- یہ کارکن قلمی نام استعمال کرتے تھے- مثلاً جیسے احمد بشیر کبھی تو " اے بی جہاندار" کے نام سے لکھتے تھے اور کبھی "کامگار" کے قلمی نام سے- اس نام سے انہوں نے دھلی سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ **سٹیٹسمین** میں "Why Pakistan" کےعنوان سے ایک مضمون لکھا- اس طرح محمد عبدالحمید، پاکستان کی مناسبت سے اپنے نام کےساتھ "پاک" کا لفظ استعمال کرتے تھے- بعض اوقات "حمید پاک" نے "نکتہ رس" اور "دیدہ ور" جیسے قلمی[17] ناموں سے بھی لکھا- انہوں نے پاکستان[18] کے عنوان سے چھپنے والا ایک مضمون فریدہ جہان آراء بیگم کے نام سے شائع کیا تاکہ اس سے یہ تأثر ملے کہ مسلمان عورتیں بھی اس تحریک میں دلچسپی رکھتی ھیں اور یہ کہ خواتین کی صفوں میں بھی تحریک میں شمولیت کا احساس اجاگر ہوا ھے- ان کے علاوہ محمد شفیع چوہان کبھی

کبھی ایم ایس چوھدری کے نام سے اور ظفر علی گوندل اور چوھدری وہاب الدین کمبوہ بھی مجلس کی طرف سے اپنے مضامین شائع کراتے تھے- حکومت ہند نے ان نوجوان لکھاریوں کو تحریک سے لاتعلق ھونے کے لئے سرکاری ملازمتوں کا لالچ دیا- بلکہ یہاں تک کہ کئی موقعوں پر "مجلس کبیر پاکستان" کے کارکنوں کو سرکاری سطح پر جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی دی گئیں،[19] لیکن تحریک کے شیدائیوں کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش تک نہ آئی اور انھوں نے اپنے مشن کو جاری رکھا- اب "قلمی تحریک" اپنی جدوجہد کے تیسرے مرحلے میں داخل ھو چکی تھی- مضامین کے سلسلے نے اب تک ایسی راہ اختیار کرلی تھی کہ تحریک کو مزید جلا دینے کے لئے مجلس نے فیصلہ کیا کہ اب نہ صرف مضامین لکھنے پر ھی اکتفا کیا جائے بلکہ براہ راست برصغیر کے مسلمان اور دوسرے مذاہب کے سرکردہ لیڈروں کو خط و کتابت کے ذریعہ اپنے نکتہء نظر سے متعارف کرایا جائے تاکہ انہیں تحریک پاکستان کی اھمیت کا احساس دلانے کے علاوہ ہندوستان میں مملکت اسلامیہ کے قیام کے لئے قائل کیا جائے- اس فیصلہ کی روشنی میں مجلس کے ممبران نے مسلم اکابرین کے علاوہ ہندو لیڈروں کو پاکستان کے بارے میں خطوط لکھنے کی مہم کا آغاز کیا- گویا مجلس نے انفرادی طور پر سیاسی شخصیتوں کو اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرکے متأثر کرنے کی سعی کی- جس سے اگرچہ کوئی فوری اور خاطرخواہ نتائج تو برآمد نہ ھوسکے لیکن فدائین تحریک کو بعض لیڈروں کے خیالات کو سمجھنے میں آسانی ضرور ھوئی جو "مجلس" کے لئے مُمِدّ ثابت ھوئے- ان خطوط میں ایک ھی نکتہ کی کئی بار وضاحت کی جاتی تھی کہ " مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا واحد حل صرف تقسیم ہندوستان ھے" - یہ خطوط، قائداعظم محمد علی جناح کے علاوہ نواب زادہ لیاقت علی خان، مولانا ظفر علی خان، علامہ عنایت اللہ مشرقی اور پٹنہ کے عزیز ملت اور مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے عہدیدار، سر عبدالعزیز (بیرسٹر) کے نام لکھے گئے- ہندو لیڈروں میں پنڈت جواہر لال نہرو، ڈاکٹر راجندر پرشاد، راج گوپال اچاریہ، چکرورتی، اور ایم کے گاندھی جیسی شخصیتوں کو بھی خطوط بھیجے گئے- اس ضمن میں لارڈ لنلتھگو وائسرائے

ہند اور لارڈ زیٹ لینڈ گورنر بنگال کو بھی خطوط لکھے گئے- "مجلس" کی طرف سے ان تمام خطوط کی کاپیاں بمعہ جوابات بعد ازاں قائداعظم کی خدمت میں بھیج دی جاتی تھیں - 6 نومبر 1939ء کو ایم کے گاندھی کے نام مجلس کے سیکرٹری احمد بشیر نے اپنے ایک خط (جس کی ایک کاپی پنڈت جواھر لال نہرو اور ڈاکٹر راجندر پرشاد کو بھی ارسال کی گئی اور 8 نومبر 1939ء کو ایک کاپی قائداعظم کو بھی بھیجی گئی) میں مختلف پہلوؤں سے دو قومی نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

> میں امید کرتا ھوں کہ آپ میرے ساتھ متفق ھوں گے جب میں یہ کہتا ھوں کہ یہ بہت بڑا المیہ ھے کہ برصغیر کو ایک ملک سمجھا جاتا ھے جب کہ حقیقت میں برصغیر نسلیاتی بنیاد پر مختلف نسلوں اور اقوام کا مجموعہ ھے، لسانی بنیاد پر ایک سو ایک حصوں میں تقسیم ھے، جغرافیائی بنیاد پر یہ برصغیر ھے، ثقافتی بنیاد پر اس کے لوگ مختلف سمتوں میں دور دور کھڑے ھیں اور معاشی بنیاد پر اتحاد، دولت کی دوڑ میں ناپید ھو چکا ھے- اس حقیقت سے صورت حال مزید ابتر ھوتی ھے کہ دو تہذیبیں ساتھ ساتھ رھتی ھیں جن کے روح رواں دو مختلف مذاھب ھیں جو اپنے پیروکاروں کے ہر عمل کو ترتیب دیتے ھیں- حقیقت میں دونوں مذاھب دو اقوام کے درمیان ایک ایسی گھری خلیج پیدا کرنے کا باعث بنتے ھیں جو کہ قانون سازی یا غیر ملکی فرمانروائی کے ذریعے سے بھی قابل عبور نہیں-[20]

اسی خط میں مذھب، کلچر اور تہذیب و تمدن کے حوالے سے ہندو مسلم اختلاف اور سیاسی پیچیدگیوں کے پس منظر میں مدلل بحث کرتے ہوئے برصغیر کو تقسیم کرنے پر زور دیتے ہوئے لکھا گیا:

> اس معمہ کا معقول حل ان اختلافات کو نہایت غیر جانبداری اور راست بازی کے ساتھ سمجھنا اور پھر اس کی بنیاد پر ہندوستان کے سیاسی مستقبل کی عمارت کو تعمیر کرنا ھے- یا زیادہ صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے، برصغیر کو ماضی کی طرح ایک جیسی خود مختار ریاستوں میں تقسیم کر کے دونوں اقوام کو آزادی کے ساتھ پھلنے اور پھولنے کے اختیارات دے دیئے جائیں - ہندوستان کی تقسیم کوئی چیز نہیں ھے- یہ اقوام کو ناپسند بھی نہیں ھے- کیونکہ یہ ایک ملک کی تقسیم نہیں بلکہ برصغیر کی تقسیم ھے- مسلمان جغرافیائی، ثقافتی اورمعاشی بنیادوں پر ایک علیحدہ ملک حاصل کرنے کا عہد کر چکے ھیں اور بہت حد

تک ممکن ہے بلکہ میں یہ کہوں گا کہ یقینی ہے کہ حکومت برطانیہ ان کے اس مطالبے کی بھرپور حمایت کرے گی- اب یہ آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ اس سیدھے راستے کو اپناتے ہوئے اس اداس برصغیر کو ایک خوش کن زمین میں تبدیل کرنے کے معاملے میں آپ کس حد تک ہم سے متفق ہیں[21].

خط کی کاپی قائداعظم کو بھیجتے ہوئے احمد بشیر نے لکھا-

یہ خط مسٹر گاندھی اور اس کی پارٹی پر جو اثر ڈالے گا میں اس کا اندازہ نہیں کر سکتا لیکن یہ کم از کم ان کو یہ سمجھنے کے قابل ضرور بنائے گا کہ مسلمان ہندوستان کے لئے کبھی بھی جمہوریت کو قبول نہیں کریں گے چاہے یہ مکمل طور پر اپنے ساتھ آزادی لے کر آئے- یہ خط ان کے دماغ پر ہمارے "علیحدگی" پر پختہ یقین کو ہندو مسلم اختلافات کے واحد حل کے طور پر نقش کرے گا[22]-

اسی طرح سیکرٹری احمد بشیر نے پنڈت جواہر لال نہرو کو ان کے ایک خط بتاریخ 11 نومبر کے جواب میں، مورخہ 6 دسمبر 1939ء کو ایک طویل خط ارسال کیا جس میں تحریک پاکستان کے مقاصد، تحریک کی نشر و اشاعت، عالم اسلام کا تعاون، "مجلس پاکستان" کی افادیت اور مسلم نوجوانوں کی قیام پاکستان کے لئے غیر متزلزل جدوجہد جیسے موضوعات پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا تھا- اس خط کی ایک کاپی مورخہ 7دسمبر، 1939ء کو قائداعظم کی خدمت میں بھی بھیجی گئی- احمد بشیر نے جواہر لال نہرو کو تحریک پاکستان کےمقاصد کے سلسلہ میں ایک طویل بحث کے دوران لکھا:

تحریک پاکستان کا مقصد برصغیر کے مسلم اکثریتی علاقوں میں دوبارہ اسلامی تشخص کو بحال کرنا ہے- اس لئے ممکن ہے کہ ہم ان میں راست بازی کی روح پھونکتے ہوئے پستی سے نکالیں (نیا جنم دیں)- یہی وہ مقصد ہے جس کے لئے ہم سنجیدگی کے ساتھ جدوجہد کر رہے ہیں- لیکن اگر یہ کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں تو ہم بدترین حالت کا سامنا کرنے کے لئے بھی تیار ہیں لیکن آپ ہم میں خطرہ مول لینے کی کمی نہیں پاؤگے[23].

اسی طرح تحریک پاکستان اور تقسیم ہند سے متعلق، اسلامی ممالک کے تعاون کے سلسلے میں پنڈت نہرو کی منفی سوچ کے جواب میں لکھا:

آپ بحث کرتے ہیں کہ دنیا کے مسلم ممالک ہندوستان کی تقسیم کے خلاف ہیں لیکن شاید آپ اپنی خوفناک اندھا دھند مخالفت میں یہ بھول چکے ہیں کہ ہمیں تمام مسلم دنیا کی حمایت حاصل ہے- ہماری تحریک کی حمایت میں فرانسیسی

> میں *La National Arabe* میں مضامین چھپ چکے ہیں جن کو عزت مآب امیر شکیب ارسلان نے ترتیب دیا- اس کے علاوہ دو مسلم رسالے- *Islamica* اور *Olz* جو کہ جرمنی میں چھپے، بھی ہماری تحریک کی پر زور طریقے سے تعریف کر چکے ہیں- نہ صرف یہ بلکہ انگلینڈ اور آئر لینڈ میں Irish Independent, Daily Telegraph, Great Britain and the East, Tarquay Devoustry وغیرہ میں بہت سے مضامین ہماری تحریک کی حمایت میں چھپ چکے ہیں[24] -

برصغیر میں قیام پاکستان کے لئے مختلف مکاتب فکر کے لوگوں و تنظیموں اور دیگر حلقوں کی دلچسپی کا ذکر کرتے ہوئے احمد بشیر نے مسلم اکثریتی صوبہ جات کے مسلمان نوجوانوں کی تحریک پاکستان سے گہری دلچسپی کے متعلق لکھا:

> میں نوجوان مسلمانوں کے بارے میں کچھ بولنے کے لئے بہتر پوزیشن میں ہوں- یہ زیادہ تر وہ ہیں جو کہ ہر قیمت پر اپنی منزل حاصل کرنے کے لئے عہد کر چکے ہیں- پچھلے مہینوں میں جب سے ہم نے اپنا کام شروع کیا ہے، ہمارے درمیان موجود رجائی لوگوں کی امیدوں میں بہت اضافہ کر دیا ہے- ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ہم صحیح وقت پر صحیح تار کو چھیڑ چکے ہیں- حقیقت میں تھوڑے سے عرصہ میں پورے پاکستان میں علیحدگی کی بہت سی سکیمیں اور کئی مجالس پاکستان (جن میں صدر جمعیت علماء سرحد مولانا عبدالودود کی سرحد صوبائی پاکستان مجلس بھی شامل ہے) وجود میں آچکی ہیں جو کہ اس چیز کا اظہار ہے کہ مسلمان اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کتنے پر لگن اور خواہش مند ہیں اور آپ یہ بتاتے ہیں کہ ابھی تک کوئی شخص ہماری تحریک کی حمایت میں آگے نہیں بڑھا لیکن اگر فرض کر بھی لیں کہ باقی تمام دنیا ہماری تحریک کے خلاف ہے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ پھر کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم اس کو آسانی کے ساتھ چھوڑ دیں کیونکہ دنیا اس کی نشرو اشاعت کے خلاف ہے- لیکن ہم مشعل کو پکڑنے کا عہد کر چکے ہیں اور اپنے راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنا جانتے ہیں اور ہم آگے بڑھتے رہیں گے- آپ سے التماس کروں گا کہ آپ برائے مہربانی ہندوستان کی تقسیم کی سکیم کو تسلیم کرلیں- یقین کیجئے کہ اس کے علاوہ ہندوستان کی مشکل کا اور کوئی حل نہیں ہے[25]-

یہ امر قابل ذکر ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح کے سوا نہ صرف ان خطوط کے جواب نفی میں ملے بلکہ بعض رہنماؤں نے تو نوجوانوں کی اس فکر کو سرے

سے ہی رد کردیا جیسے کہ لائل پور سے محمد شفیع چوہان نے 1938ء میں علامہ مشرقی کو اپنے ایک خط کے ذریعہ پاکستان کی سکیم کے بارے میں قائل کرنے کی کوشش کی، لیکن علامہ کی طرف سے اس کا جواب بلامبالغہ منفی تھا- موصوف نے **الاصلاح** (لاہور) میں اس خط کے نفس مضمون کی مخالفت کرتے ہوئے ایک مضمون کے آخر میں لکھا- "پہلے جہیز کی تیاری کرو پھر شادی کی بات کرو-"[26]

مولانا ظفر علی خان کی طرف سے بھی منفی بات ہی کہی گئی- انہوں نے کرم آباد سے اپنے ایک اداریہ بعنوان "ہر ملک، ملک ماست کہ ملک خدائے ماست"میں بین السطور، پاکستان سکیم کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا: "میں موتی باری کی کانفرنس کے لئے پابہ رکاب بیٹھا ہوں ، بعد میں جواب دوں گا-" اسی طرح ملک نصر اللہ خان عزیز نے تحریک پاکستان کی زور دار مخالفت میں سہ روزہ زمزم (لاہور) میں تحریک قیام پاکستان کو ہر زاویہ سے رد کرتے ہوئے لکھا "جو بات مولانا محمد علی جوہر اور اورنگزیب جیسے رہنما اتنی بےباکی سے نہ کہہ سکے، وہ بات آج کے لڑکے کس جرأت سے کہہ رہے ہیں- حد تو یہ ہے کہ انہوں نے خالدہ ادیب خانم جیسے ناموں کو بھی اپنی تحریک میں استعمال کرنا شروع کردیا ہے-"[27]

جیسے کہ پہلے بھی ذکر آچکا ہے کہ ہندو لیڈروں کی طرف سے حسب توقع جوابات موصول ہوئے- انہوں نے اس تجویز پر بھی جی بھر کر زہر اگلا اور پنڈت جواہر لال نہرو نے جھنجھلا کر پاکستان کی تجویز کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے ایک خط مورخہ 11 نومبر 1939ء میں لکھا:

> آپ کے دلائل اور نتائج مکمل طور پر غلط ہیں ۔ یہ وقت کی روح اور تاریخ کی منطق کے خلاف ہیں ۔ آنے والی دنیا ایک جزو میں تبدیل ہو رہی ہے جب کہ آپ اس کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کر رہے ہیں ۔ آپ زمانہ شناس نہیں ہیں[28] -

انہوں نے ناراضگی کا مزید اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر پاکستان بنا تو ہم باقاعدہ مقابلہ کرنے سے دریغ نہیں کریں گے[29]- اس طرح ایم کے گاندھی نے بھی ہریجن میں مخالفانہ جواب دیا- البتہ ہندوؤں میں سےڈاکٹر راجندرپرشاد

کا جواب قدرے معقول تھا- انہوں نے لکھا "میں آپ کی سکیم میں دلچسپی رکھتا ہوں- آپ اس کی تفصیل بھیجیں"۔ اس پر مجلس کے اراکین نے راجندرپرشاد کو چوہدری رحمت علی کی "پاکستان نیشنل مومنٹ" سے متعلقہ لٹریچر کے علاوہ مجلس کی طرف سے مطبوعہ مضامین، چند پمفلٹ اور میاں کفایت علی کی کنفیڈریسی آف انڈیا مطالعہ کی غرض سے بھجوائی[30]-

"مجلس کبیر پاکستان" نے قائداعظم کو مسلمان اور ہندو اکابرین کے خطوط کے علاوہ بعض ایسے خطوط بھی بھیجے تھے جن میں مجلس کی کارگزاریوں کے علاوہ بابائے قوم کے سامنے قیام پاکستان سے متعلق گذارشات پیش کی گئی تھیں جیسے نومبر 1939ء کے ایک خط میں احمد بشیر نے لکھا:

> ہندو مسلم اختلافات کی صورت میں پاکستان کے چالیس ملین مسلمان اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے ایک علیحدہ وطن کا حصول ضروری سمجھتے ہیں اور وہ اس سے کم کچھ قبول نہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں - پاکستان کے مسلمانوں کی عزت اور وقار سے اپنا وجود قائم رکھنے کی خواہش اب آگ پکڑ چکی ہے بلکہ مذہبی نشاۃ ثانیہ کی ہوا اس کو شعلے میں تبدیل کرچکی ہے - پس یہ قدرتی امر ہے کہ مذہبی ولولہ ان کو ایسے حل کو قبول نہ کرنے دے گا جو کہ علیحدگی کے اصول کی بنیاد پر قائم نہ ہو[31]-

قائد اعظم محمد علی جناح نے نوجوانوں کو خاص پذیرائی بخشی ۔ مورخہ 14 نومبر 1939ء کو لکھے گئے ایک خط کے جواب میں انہوں نے پاکستان سکیم کے بارے میں لکھا- "آپ کی سکیم میرے نزدیک کافی اہمیت رکھتی ہے۔ آپ دھلی آئیں اور مجھ سے ملیں "-

اس کے جواب میں نوجوانوں نے عرض کیا " آپ جب مسلم لیگ کے مارچ 1940ء کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے تشریف لائیں گے تو ہم آپ سے ملاقات کا شرف چاہیں گے " [32]-

اس طرح مجلس کے ممبران نے آل انڈیا مسلم لیگ کے تاریخ ساز اجلاس 1940ء کے موقع پر قائداعظم کے ساتھ ایک تفصیلی نشست کی- چنانچہ اس عرصہ کے دوران "مجلس کبیر پاکستان" کی مجلس عاملہ نے تحریک پاکستان

کی حوصلہ افزا رفتار کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک خصوصی اجلاس مورخہ 6 نومبر 1939ء کو منعقد کیا[33]۔

اجلاس کی صدارت مرکزی مجلس کے صدر، مرزا عبداللہ انور بیگ نے کی۔ اس اجتماع میں گزشتہ جلسے (منعقدہ 16 جولائی، 1939ء) کی کارروائی کا جائزہ لینے کے بعد تحریکِ پاکستان کی حوصلہ افزا رفتار پر اطمینان کا اظہار کیا گیا اور توقع کی گئی کہ " وہ دن دور نہیں جب علیحدہ مسلم ریاست "پاکستان" ایک زندہ حقیقت بن چکی ہوگی"۔ انہوں نے مزید کہا کہ:

> گو ہمارے راستے میں بے حد مشکلات ہیں، لیکن ان سے ہراساں نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے آباؤ اجداد اس سے کہیں زیادہ مصائب میں گرفتار رہے ہیں لیکن انہوں نے ہمیشہ خندہ پیشانی اور استقلال سے ان کا مقابلہ کیا اور بالآخر کامران و کامگار ہوئے۔ ہم انہی اسلاف کی اولاد ہیں۔ ہمیں خطرات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مردانہ وار اپنے راستے پر گامزن رہنا چاہیے[34]۔

اگلے سال (1940ء) کے آغاز ہی سے ممبران مجلس کی مصروفیات میں مزید اضافہ ہو گیا کیونکہ اس سال مارچ میں مسلم لیگ کا وہ تاریخی اجلاس لاہور میں منعقد ہونے والا تھا جس میں برصغیر کے مسلمانوں نے ایک علیحدہ وطن "پاکستان" کے حصول کے لئے متفقہ طور پر قرارداد منظور کرتے ہوئے جدوجہد کا اعلان کیا۔ ان تاریخی ایام میں قائداعظم نے اپنے دورہ لاہور کے دوران مجلس کے ممبران کو ملاقات کا شرف بھی بخشا تھا۔ اس لئے ممبران مجلس کی مصروفیات اپنے عروج پر تھیں۔ انہیں دنوں یعنی مارچ ۱۹۴۰ء میں چوھدری رحمت علی بھی کراچی تشریف لے آئے۔ دوران قیام انہوں نے "مجلس کبیر پاکستان" کے کارکنوں کی وساطت سے تحریکِ پاکستان کے حق میں "قلمی جہاد" کے سلسلہ کے تمام مطبوعہ لٹریچر کا بغور مطالعہ کیا۔ لہذا اس کام سے متأثر ہو کر انہوں نے "مجلس" کے سرکردہ ارکان کو ملاقات کی دعوت دی جن میں سے صرف سیکرٹری مجلس احمد بشیر اور پراپیگنڈہ سیکرٹری، خورشید عالم اور محمد عبدالحمید نے نمائندگی کی۔ اس ملاقات میں چوھدری رحمت علی نے خواجہ عبدالرحیم، ڈاکٹر محمد جہانگیر خان اور پیر احسن الدین کو بھی

مدعو کیا تھا- اس موقعہ پر چوھدری رحمت علی نے "مجلس" کے نمائندوں سے چند بنیادی سوالات کئے ۔ چوھدری رحمت علی کو یہ جان کر خوشگوار حیرت ھوئی کہ مجلس کے کارکن، انفرادی طور پر تحریک کے لئے سرگرم عمل ھیں جب کہ ان کے پاس سرے سے وسائل ھی موجود نہیں- اس ملاقات کے دوران، چوھدری رحمت علی نے تحریک سے متعلقہ مطبوعہ لٹریچر کو مزید مطالعہ کی غرض سے کچھ روز کے لئے عاریتاً اپنے پاس رکھنے کی خواھش کی جو ان کے حوالے کردیا گیا- یہ ریکارڈ اخباری مضامین، کتابچے، پمفلٹ اور خطوط پر مشتمل تھا، جو بعد ازاں ، بعض وجوہ کی بناء پر بد قسمتی سے "مجلس کبیر پاکستان" کے صدر دفتر نہ پہنچ سکا-

25 مارچ 1940ء کو مجلس کے اراکین نے پہلے سے طے شدہ پروگرام[35] کے تحت، قائداعظم محمد علی جناح سے ملاقات کا شرف حاصل کیا- بابائے قوم سے ملنے والوں میں مرزا عبداللہ انور بیگ، خورشید عالم، احمد بشیر، محمد عبدالحمید اور محمدیونس کے نام قابل ذکر ھیں- قائداعظم سے مجلس کے کارکنوں کی یہ پہلی ملاقات تھی- اس سے قبل قائداعظم ان نوجوانوں سے محض ان کے خطوط اور دیگر تحریروں کی وساطت سےمتعارف تھے، لیکن ان نوجوانوں سے بنفس نفیس ملاقات پر محسن قوم نے ملی جلی حیرت اور خوشی کا اظہار کرتے ھوئے فرمایا: "میں تو آپ لوگوں کو کوئی باریش بزرگ سمجھتا تھا"۔ اس نشست میں "مجلس کبیر پاکستان" کے حوالے سے چند بنیادی سوالات کے بعد قائداعظم نے وفد کو مسلم لیگ کی طرف سے قرار داد پاکستان کے ضمن میں کہا: "اب آپ لوگ اور کیا چاھتے ھیں" یعنی جس مقصد کی خاطر آپ جدوجھد کر رھے تھے، اسے آل انڈیا مسلم لیگ نے من حیث الجماعت قبول کرتے ھوئے ایک واضح لائحہ عمل کی صورت میں پیش کر دیا ھے[36]-

سلسلہء گفتگو جاری رکھتے ھوئے قائداعظم نے فرمایا:

"میں خوش ھوں کہ آپ جوان ھیں- حادثات، رکاوٹوں اور ناکامیوں سے مت گھبرائیے- ھر مشکل ایک مناسب موقع فراھم کرتی ھے- میری طرف دیکھو، میں نے بہت سی ناکامیوں کا سامنا کیا لیکن میں نے حوصلہ نہیں ہارا- آگے بڑھو

اور مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤ [17]

مسلم لیگ کی طرف سے قرار داد پاکستان کے منظور ہونے کےساتھ ہی "مجلس کبیر پاکستان" کا تبلیغی مشن عملاً مکمل ہو گیا تھا- جس کا آغاز تین سال پیشتر کیا گیا تھا اور یہ بات اراکین مجلس کے لئے خوش آئند بھی تھی کہ جس تخیل کی آبیاری وہ 1937ء سے اخبارات و دیگر ذرائع سے کرتے چلے آئے تھے، آج مسلمانان برصغیر کی نمائندہ جماعت، آل انڈیا مسلم لیگ نے قائداعظم محمد علی جناح کی رہنمائی میں اس کو جلا بخشی اور اس طرح ان کی " قلمی تحریک" کامیابی سے ھمکنار ہوئی-

حوالہ جات

1- اس نام کا انتخاب مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے حوالے سے کیا گیا- بحوالہ انٹرویو مرزا عبداللہ انور بیگ بانی صدر، مجلس کبیر پاکستان، لاھور-

2- یہ تفصیل مجلس کبیر پاکستان کے بانیوں، مرزاعبداللہ انور بیگ ، احمد بشیر اور خورشید عالم سے مشترکہ انٹرویو کے دوران حاصل ہوئی-

3- مرزا عبداللہ انور بیگ کے غیر مطبوعہ مضامین سے اقتباس-

4- مضامین کی تفصیل کے لئے دیکھیئےتصور پاکستان سے قرارداد پاکستان، پاکستان سٹڈی سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاھور، 1983ء-

5- خورشید عالم پر ان دنوں محکمہ ڈاک میں سرکاری ملازم ہونے کی حیثیت سے قانوناً سیاسیات پر لکھنے یا عملاً سیاست میں حصہ لینے کی ممانعت تھی لھذا انھوں نے قلمی نام کا سہارا لیا-

6- روزنامہ احسان لاھور، 13 جون، 1938ء، ص18-

7- ایضاً-

8- ایضاً-

9- اسلامیہ کالج لاھور کے مجلہ کریسنٹ "فروغ اردو نمبر" نے خورشید عالم کی "قلمی تحریک" کے حوالے سے لکھا- "ایک پر جوش اور مخلص نوجوان "جہاں گرد" نے پنجاب اور سندھ کے اسلامی جرائد میں پاکستان پر مقالات لکھے اور انھی کی پر خلوص کوششوں کا نتیجہ ھے کہ اس وقت پنجاب اور سندھ کے کئی مقامات پر مجلس پاکستان کا قیام عمل میں لایا جا چکا ھے- ھم اس مجلس کے ارکان کو یقین دلاتے ھیں کہ اسلامیہ کالج کے طلبہ کی ھمدردی ان سے وابستہ ھے"- دیکھئے کریسنٹ، "فروغ اردو

نمبر"، اپریل، 1939ء، ص18-

-10 بحوالہ انٹرویو خورشید عالم-

-11 روزنامہ انقلاب لاہور، 30 اگست، 1938ء، ص2، 23-

-12 بحوالہ انٹرویو، احمد بشیر سیکرٹری مجلس کبیر پاکستان، لاہور- اس امر کی تصدیق مجلس کے دیگر اراکین خورشید عالم اور مرزا عبداللہ انور بیگ نے بھی کی ہے-

-13 روزنامہ انقلاب، 16 ستمبر 1938ء، ص 6-

-14 ایضاً-

-15 ایضاً-

-16 بحوالہ انٹرویو خورشید عالم اور احمد بشیر-

-17 بحوالہ انٹرویو احمد بشیر، سیکرٹری مجلس کبیر پاکستان-

-18 روزنامہ انقلاب، 6 ستمبر 1938ء، ص6-

-19 بحوالہ انٹرویو خورشید عالم اور احمد بشیر-

-20 بحوالہ خط احمد بشیر بنام ایم- کے گاندھی، 6 نومبر 1939ء، قائداعظم پیپرز، ادارہ قومی دستاویزات، اسلام آباد، ایف 1097، ص 297 تا 29-

-21 ایضاً، ص299-

-22 بحوالہ خط احمد بشیر بنام قائداعظم محمد علی جناح، مورخہ 8 نومبر 1939ء، قائداعظم پیپرز، ایف، 1097، ص 294-

-23 بحوالہ خط احمد بشیر بنام پنڈت جواہر لال نہرو، مورخہ 6دسمبر1939ء، قائداعظم پیپرز، ایف، 900، ص 159 -

-24 ایضاً، ص 161-

-25 ایضاً، ص 163، 162-

-26 بحوالہ انٹرویو خورشید عالم-

-27 ایضاً-

-28 بحوالہ احمد بشیر کے غیر مطبوعہ مضامین-

-29 ایضاً-

-30 ایضاً-

-31 بحوالہ خط احمد بشیر بنام قائداعظم محمد علی جناح، مورخہ 8 نومبر 1939ء، قائداعظم پیپرز ،ایف، 900، ص 100 -

-32 بحوالہ خط احمد بشیر بنام قائداعظم محمد علی جناح، مورخہ 7 مارچ 1940ء، قائدعظم پیپرز، ایف، 901، ص 22-

-33 روزنامہ انقلاب، 18 نومبر 1939ء، ص 6-

-34 ایضاً-

35- بحوالہ خط احمد بشیر بنام قائداعظم محمد علی جناح مورخہ 7 مارچ 1940ء
،قائداعظم پیپرز، ایف، 901 ، ص 22 -

36- بحوالہ انٹرویو خورشید عالم اور احمد بشیر-

37- ایضاً-

سہ ماہی مجلہ

فکرونظر

فکرونظر ادارہ تحقیقات اسلامی کا اُردو مجلّہ ہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کو مستقل تحقیقی تصانیف پیش کرنے کے علاوہ گذشتہ تیس برس سے اپنے عربی، انگریزی اور اردو مجلّات کے ذریعے اسلامی علوم، تہذیب، ثقافت اور زبان و ادب سے متعلق گرانقدر علمی مضامین کی اشاعت کا شرف بھی حاصل ہے۔ مجلّہ "فکرونظر" کے خصوصی شمارے اپنے اپنے موضوعات پر مآخذ کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں سیرت نمبر، یوم تاسیس نمبر، نفاذ شریعت نمبر، حج نمبر، سید صباح الدین عبدالرحمٰن نمبر خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔

بدل اشتراک

قیمت فی شمارہ: ۱۰ روپے

سالانہ چندہ: ۳۵ روپے

ادارہ تحقیقات اسلامی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵
اسلام آباد ۴۴۰۰۰
پاکستان